اسلامی معاشرے میں محرومیت کے خاتمہ کے لیے دینی اور عوامی حمایت کی تقویت اور توسیع: امام رضاؑ کی سیرت کی روشنی میں

مؤلفین: محمد عبدالحسین زادہ، میثم لطیفی

خلاصہ

حالیہ برسوں میں خیر خواہی کے جذبے اور مذہبی عقائد کی بنیاد پر عوامی تعاون کو سماجی حمایت کو مضبوط بنانے کی ایک مؤثر کوشش کے طور پر خاص اہمیت دی گئی ہے۔ اس تحقیق کا بنیادی مقصد امام رضاؑ کے طرزِ عمل پر زور دیتے ہوئے محرومیت اور غربت کے خاتمے میں دینی اور عوامی حمایت کے کردار کی وضاحت کرنا ہے۔

اس تحقیق میں امام رضاؑ کی سیرت سے استفادہ کرتے ہوئے، نیز آپؑ سے منقول روایات پر غور و فکر کر کے، اسلامی معاشرے میں دینی اور عوامی حمایت کو وسعت دینے اور مضبوط کرنے کے طریقے پیش کیے گئے ہیں جن سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ اسلام میں دینی اور عوامی حمایت معاشرے میں فلاح و بہبود کے فروغ اور غربت کے خاتمے میں بنیادی کردار ادا کرتی ہے۔

اس تحقیق کا نتیجہ یہ ظاہر کرتا ہے کہ اگر معصومین علیہم السلام، خصوصاً امام رضاؑ کا طرزِ عمل ـــ جیسے فقیروں کا احترام اور سخاوت کی ترغیب ـــ معاشرے میں رائج ہو جائے تو یہ اسلامی معاشرے میں دینی اور عوامی حمایت کی تقویت و توسیع کا سبب بنے گا اور جس کے نتیجے میں غربت اور محرومیت میں بھی کمی واقع ہو گی۔

کلیدی الفاظ: امام رضاؑ کا طرزِ عمل، انفاق، صدقات، محرومیت

مقدمہ

اسلام کی فلاحی پالیسیاں، جن کا ایک حصہ عوامی نظام کی شکل میں تشکیل پائی ہیں، دراصل ان پروگراموں اور خطوطِ عمل کا حصہ ہیں جنہیں اس دین نے عدل پر مبنی مطلوبہ دینی معاشرے کے قیام کے لیے پیش نظر رکھا ہے۔

اسلام میں دینی اور عوامی حمایت کی بہت زیادہ اہمیت ہے۔ کچھ دینی اور عوامی حمایت جو اسلام میں غربت کے خاتمے اور معاشرے میں فلاح و بہبود کے فروغ کے لیے موجود ہیں وہ یہ ہیں: وقف، نذر، صدقہ، انفاق وغیرہ۔

اس تحقیق میں امام رضاؑ کی سیرت اور طرزِ عمل سے استفادہ کرتے ہوئے اور آپؑ کی سیرت اور آپؑ سے مروی روایات کے بارے میں تحقیق کر کے، دینی اور عوامی حمایت کو وسعت دینے اور مضبوط کرنے کے طریقے واضح کیے گئے ہیں۔

امام رضاؑ نے لوگوں میں اس جذبے کو پھیلانے کے لیے جو حکمت عملی اختیار کی ان میں سے کچھ یہ ہیں:

- معاشرے کے تنگ دست افراد کی عزت واحترام کا خیال رکھنا
- محروم افراد کے ساتھ ذمہ داروں کا درست رویہ
- معاشرے کے افراد کے طرز زندگی کی اصلاح
- سخاوت اور انفاق کی ثقافت کو فروغ دینا وغیرہ

اسلامی نظام میں غریبوں کی حمایت اور معاشرہ میں فلاح و بہبود کے فروغ کے لئے مختلف خیر خواہانہ نظام کی منصوبہ بندی کی گئی ہے جن کی حمایت اور نظم و انتظام، تعاون و باہمی مدد اور برادری کے جذبے کو مضبوط کرنے کا سبب بن سکتی ہے جو خود سماجی حمایت کو برقرار رکھنے اور مضبوط کرنے کا بہترین ذریعہ ہے۔

وقف

وقف سے مراد اصل چیز یا دولت کو باقی رکھتے ہوئے اس کے منافع کو کسی شخص، اشخاص یا کسی عنوان کے لیے قرار دینا ہے[۱]۔ اسلامی شریعت میں وقف ایک سماجی خیراتی تنظیم ہے جو اسلامی معاشرے کو ایک عظیم اور وافر منافع فراہم کراتی ہے اور اس طریقہ سے وہ سماجی حمایت کے میدان میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔ وقف کی وسیع و عریض حدود اس حد تک ہیں کہ یہ عبادت گاہوں سے لے کر انسانوں کی زندگی کے چھوٹے سے چھوٹے مادی مسائل تک سبھی کو شامل ہیں۔

نذر

نذر کا نظام سماجی فلاح و بہبود میں قابل قدر کردار ادا کر سکتا ہے۔ نذر کا مطلب یہ ہے کہ انسان اپنے آپ کو خدا کے لیے کسی کام کو خاص طریقے سے انجام دینے کا پابند بنائے؛ چونکہ نذر کا تعلق روحانی اور مادی دونوں امور سے ہو سکتا ہے، اس لیے اس خیر خواہی نظام کو صحیح جہت دے کر معاشرے کے کچھ معاشی، سماجی اور ثقافتی مسائل کو حل کیا جا سکتا ہے۔[۲]

ہبہ اور وصیت

ہبہ کا عام مطلب ہے بلا عوض کسی مال کی مفت میں ملکیت پانا۔ جب معاشرے میں ہبہ اور وصیت کے نظام کی حوصلہ افزائی کی جائے، لوگوں اور حکومت کے درمیان جذباتی اور دوستانہ تعلق ہوں تو اس راہ میں اپنے مال کا کچھ حصہ دے کر سماجی حمایت میں مؤثر قدم اٹھایا جا سکتا ہے۔

صدقہ اور انفاق

بلا عوض اور خدا کی قربت کے ارادے سے فقیروں کو مال دینا صدقہ کہلاتا ہے۔ صدقہ کے بارے میں بہت سی آیات اور روایات موجود ہیں۔ صدقہ کے اثرات میں سے ایک یہ ہے کہ معاشرے سے غربت ختم ہو جاتی ہے۔

۱- خمینی، روح اللہ، تحریر الوسیلہ (ج ۲) ص ۸۳

۲- ایضاً، ص ۸۴-۸۶

ایک اور اہم نکتہ جو لوگوں کے ساتھ رابطے اور اپنے جیسوں کے ساتھ میل جول کی خاص اہمیت اور مقام کی نشاندہی کرتا ہے وہ یہ ہے کہ بہت سے اخلاقی فضائل اور رذائل تعلقات کے دائرے میں ظاہر ہوتے ہیں۔ بہت سے اخلاقی فضائل جیسے عدل، انصاف، احسان، ایثار، انفاق، صدقہ، تواضع، امانتداری، صداقت، صراحت، عفت، حجاب اور ان جیسے دیگر فضائل، سماجی تعلقات کے ذریعہ ہی ظاہر ہوتے ہیں۔ اسی طرح بہت سے رذائل جیسے ظلم، حق تلفی، خود غرضی، تکبر، خیانت، جھوٹ، بے حیائی، رشوت، آوارگی، غیبت، حسد، ریاکاری، شہرت طلبی اور ان جیسے دیگر رذائل بھی معاشرے اور دوسروں کے ساتھ تعلق کے دائرے میں ہی ظاہر ہوتے ہیں۔ اس لیے سماجی زندگی اور دوسروں کے ساتھ میل جول کے بغیر تعلیم و تعلم کا تحقق ممکن نہیں ہے۔[1]

لہٰذا، فلاحی اور خیراتی نظام کو وسعت دینے کے لیے جو اہم ترین کام کیے جانے چاہئیں ان میں سے ایک، ثقافت سازی اور ان اخلاقیات کو فروغ دینا ہے جو لوگوں کو خیر خواہی اور محروم افراد کی مدد کی طرف مائل کریں۔ دوسرے لفظوں میں، اسلامی معاشرے میں دینی اور عوامی نظام کو وسعت دینے کے اہم ترین طریقوں میں سے ایک، پاکیزہ اخلاقیات اور حوصلوں کو فروغ دینا ہے۔ اس لیے دینی اور عوامی نظام کی وضاحت کے بعد حضرت علی بن موسیٰ الرضاؑ کے طرزِ عمل کا جائزہ لے کر اسلامی معاشرے میں دینی اور عوامی نظام کو وسعت دینے کے لیے اسلامی رویے اور اخلاق پر زور دیتے ہوئے کچھ عملی طریقے، بیان کیے جائیں گے۔

محروم افراد کی مدد کے لیے دینی اور عوامی حمایت کو مضبوط بنانے میں امام رضاؑ کا کردار

اس تحقیق میں امام رضاؑ کی سیرت کے مطالعہ سے جو پہلا بنیادی اصول اخذ کیا گیا ہے وہ اسلامی معاشرے میں محروم اور فقیر افراد کی مدد ہے۔ اس اصول کو مفروضے کے طور پر قبول کیا گیا ہے۔ اس کے بعد آپؑ کی سیرت کا جائزہ لے کر فقراء اور محروم افراد کے ساتھ آپؑ کے سلوک کے طریقے کی نشاندہی کی گئی ہے اور ان کے ساتھ سلوک کے بارے میں آپؑ کی کچھ سفارشات بیان کی گئی ہیں جو

۱۔ شریفی، احمد حسین و ہمکاران، ہمیشہ بہار: اخلاق و سبک زندگی اسلامی، ص ۱۵۶

اسلامی معاشرے میں دینی اور عوامی حمایت کو وسعت دینے میں مدد کرتی ہیں۔

غربت سے نمٹنے کے لیے کارکنوں کا صحیح رویہ: ظالمانہ سماجی اور اقتصادی تعلقات کا نتیجہ طبقات کی تشکیل اور واضح سماجی تضادات کے حامل معاشرے کا وجود میں آنا ہے۔ اسی لئے امام رضاؑ نے طبقاتی امتیازات کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا۔ آپؑ اپنی تعلیمات میں اسلامی نظام کے کارکنوں اور دیگر ذمہ داران کو سکھاتے ہیں کہ ہر کسی کو پہلے اپنے آپ کو سنوارنے کی فکر کرنی چاہیے اور اپنے اندر ضروری صلاحیتوں کو ظاہر کرنا چاہیے اور دوسروں کے ساتھ ذمہ دارانہ تعلق قائم کرنا چاہیے اور تمام لوگوں کا خدمت گزار ہونا چاہیے۔[1]

امام رضاؑ نے خراسان میں عرفہ کے دن اپنا تمام مال ضرورت مندوں کے درمیان تقسیم کر دیا۔ اس موقع پر فضل بن سہل نے کہا: یہ کام آپ کے لیے نقصان دہ ہے۔ حضرتؑ نے فرمایا:

> بلکہ ایسا کام غنیمت اور فائدے کے قریب ہے۔ جو کچھ تم نے خدا کی جزا اور انسانی کرامت کے حصول کے لیے بخشا ہے اسے نقصان مت سمجھو۔[2]

امام علی رضاؑ کی تعلیمات میں وہ کام جو درباروں میں خدمت کی تلافی کرتا ہے اور ظالموں کی مدد کے ناجائز عمل کو مٹاتا ہے، وہ لوگوں کی مدد کرنا اور ان کی مشکلات کو دور کرنا ہے۔ حسین انباری کہتے ہیں: میں نے ۱۴ سال تک امام رضاؑ کو خط لکھا اور بادشاہ کے دربار میں کام کرنے کی اجازت چاہی۔ امامؑ نے میرے جواب میں لکھا:

> میں نے تمہارا خط پڑھا اور اس ملازمت کے حوالے سے تمہارے خوف کو سمجھا۔ اگر تمہیں یقین ہے کہ دربار میں کام کرتے وقت ہمیشہ رسول اکرمؐ کے احکامات کے مطابق عمل کرو گے، تمہارے معاون اور کاتب تمہارے ہم مذہب ہوں گے، اور جب بھی تمہیں کوئی مال ملے گا تو اس کا ایک حصہ مؤمن فقیروں کو اتنا دو گے کہ تم خود بھی ان ہی جیسے بن جاؤ، تو ایسی صورت میں سلاطین کے دربار میں تمہاری خدمت دینی

۱۔ ابن بابویہ، عیون اخبار الرضا علیہ السلام (ج ۲) ص ۲۴۱

۲۔ کلینی، محمد بن یعقوب، اصول کافی (ج ۸) ص ۲۳۰؛ حکیمی، محمد رضا، الحیاۃ (ج ۲) ص ۲۲۲

بھائیوں کی خدمت کے باعث درست شمار ہو گی۔ بصورتِ دیگر، (دربار میں خدمت کرنا) جائز نہیں ہے۔[۱]

امام رضاؑ نے درج ذیل حدیث میں مامون کو خطاب کرتے ہوئے اسلامی نظام کے کارکنوں کے اہم کردار کو اس طرح بیان فرمایا ہے:

امت محمدؐ اور ان پر اپنی حکمرانی کے بارے میں خدا سے ڈرو، کیونکہ تم نے ان کے کاموں کو برباد کر دیا ہے اور کام ان لوگوں کے سپرد کر دیا ہے جو خدائے بلند و برتر کے حکم کے سوا فیصلہ کرتے ہیں اور تم خود اس سرزمین میں مقیم ہو گئے ہو اور ہجرت کے گھر اور وحی کے نزول کی جگہ کو چھوڑ دیا ہے اور مہاجرین اور انصار پر تمہارے نہ ہونے سے ظلم ہو رہا ہے اور وہ کسی مؤمن کی قسم اور عہد کا پاس نہیں رکھتے اور مظلوموں پر زمانہ سختی سے گزر رہا ہے اور انھیں زندگی گزارنے کے لیے کوئی خرچ میسر نہیں ہے اور نہ ہی ان کے پاس کوئی ہے جس کے پاس جا کر وہ اپنی حالت کی شکایت کریں۔[۲]

اس حدیث کا پس منظر یہ ہے کہ ایک دن مامون، امام رضاؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس کے پاس ایک طویل خط تھا۔ اس نے اس خط کو پڑھ کر حضرتؑ کو سنایا۔ اس مکتوب میں تحریر تھا کہ کابل کے کچھ گاؤں، اسلامی لشکر کے ہاتھوں فتح ہو گئے ہیں۔ جب اس کا پڑھنا ختم ہوا تو امامؑ نے فرمایا:

کیا شرک اور کفر کے علاقے فتح ہونے سے تم خوش ہو؟

مامون نے پوچھا: کیا یہ خوشی کی بات نہیں ہے؟

امامؑ نے یہ نکات بیان فرمائے اور اس بات پر زور دیا کہ تم اسلامی سرزمینوں میں عدل قائم کرو، غربت اور محرومیت کو جڑ سے ختم کرو اور لوگوں کی مشکلات کا خیال رکھو، کیونکہ ایک اسلامی حکمران کی

۱۔ صحیفہ امام رضاؑ، منسوب بہ امام رضاؑ، ص ۳۹۴

۲۔ اصول کافی (ج ۵) ص ۱۱۱

حقیقی خوشی اور مسرت کا سبب یہی ہے، نہ کہ ملک کی توسیع، نئی فتوحات یا جغرافیائی حدود میں اضافہ۔[۱]

امام رضاؑ ایک طرف یہ واضح فرماتے ہیں کہ بعض عوامل کے نتیجے میں معاشرے میں ایسے افراد موجود ہیں جو صحت کے لحاظ سے مشکلات کا شکار ہیں، اور ان عوامل میں بیماری، بڑھاپا، قدرتی آفات اور جنگیں شامل ہیں؛ لیکن ان کا ہمیشہ اسی حالت میں باقی رہنا تشویشناک اور اسلام کی نظر میں ناپسندیدہ ہے؛ ان کے مسائل کو کم سے کم وقت میں حل کیا جانا چاہیے، اور اس سلسلے میں انسانی اور حکومتی ذمہ داری کو ہرگز فراموش نہیں کیا جا سکتا۔ ایسے افراد کے مسائل کا حل ضروری ہے تاکہ وہ اس پریشان کن حالت سے نجات پا سکیں[۲]۔ یعنی خداوند عالم نے صاحبِ استطاعت افراد (جن کے پاس وسائل، طاقت اور حالات میسر ہیں) کو یہ ذمہ داری سونپی ہے کہ وہ معذور اور مصیبت زدہ لوگوں کی زندگی کو سنواریں۔

یہ کلام حضرت علیؑ کے اس قول کی یاد دلاتا ہے:

> اللہ اللہ فی الأیتام فلاتغبّوا أفواههم ولا یضیعوا بحضرتکم۔ ترجمہ: خدا را! خدا را! یتیموں کے بارے میں، ان کا پیٹ خالی نہ رہنے پائے اور وہ تمہاری موجودگی میں ضائع نہ ہونے پائیں۔[۳]

امام رضاؑ ایک اور قول میں اس حقیقت سے پردہ اٹھاتے ہیں اور زیادہ صراحت کے ساتھ مسلمان کارکنوں کی ذمہ داری کو بیان فرماتے ہیں:

> اگر میں حکومت کی باگ ڈور سنبھالوں تو (حکمرانی کے زمانہ میں) سادہ اور کم قیمت کھانا کھاؤں گا اور (نرم کپڑوں کے مقابل) کھردرا اور موٹا لباس پہنوں گا اور سخت اور مشقت بھری زندگی بسر کروں گا[۴]۔

اور یہ گرانقدر کلام، حضرت علیؑ کے اس قول کی تائید کرتا ہے جس میں آپؑ نے فرمایا:

۱۔ مجلسی، محمد باقر، بحار الانوار الجامعۃ لدرر اخبار الائمۃ الاطہار علیہم السلام (ج ۴۹) ۱۶۵

۲۔ اصول کافی (ج ۲) ص ۱۵۹

۳۔ نہج البلاغہ، مکتوب ۴۸

۴۔ طبرسی، حسن بن فضل، مکارم الاخلاق (ج ۲) ص ۳۶۲

إِنَّ اللَّهَ فَرَضَ عَلَى أَئِمَّةِ الْحَقِّ أَنْ يُقَدِّرُوا أَنْفُسَهُمْ بِضَعَفَةِ النَّاسِ كَيْلَا يَتَبَيَّغَ بِالْفَقِيرِ فَقْرُهُ، وَ لَا يَطْغَى الْغَنِيُّ بِغِنَاهُ۔

بے شک اللہ نے ائمۂ حق پر لازم قرار دیا ہے کہ وہ اپنی زندگی کو کمزور ترین لوگوں کے مطابق رکھیں تاکہ فقیر اپنے فقر سے رنجیدہ نہ ہو اور مالدار اپنے مال کی وجہ سے سرکش نہ ہو۔[1]

حضرت امام رضاؑ ایک اور نقطہ نظر سے مسلمانوں کے حالات پر توجہ دینے پر زور دیتے ہیں اور وہ یہ کہ ہر کارکن (صاحب منصب) اپنے زیر اقتدار لوگوں کے لیے دینی بھائی ہے اس لئے اسے ان کے ساتھ ہر اس چیز میں برابری اور بھائی چارے کا سلوک کرنا چاہیے جس میں برابری جائز ہے۔[2]

فقیر کا احترام اور اس کی عزت نفس کا تحفظ: اسلامی تعلیمات کے مد نظر، اس بات کے لئے انتہائی کوشش اور جدوجہد کرنی چاہیے کہ پورے اسلامی سماج میں ایک بھی فقیر اور ضرورت مند نہ پایا جائے لیکن بلاشبہ ہر معاشرے میں معذور افراد، یتیم بچے، بیمار اور اس جیسے دیگر لوگ موجود ہوتے ہیں جن کی کفالت بیت المال اور صاحبِ حیثیت افراد کو انتہائی ادب واحترام کے ساتھ کرنی چاہیے۔

اہل بیت علیہم السلام کے طرزِ عمل اور طریقۂ کار میں سائل اور فقیر کے احترام کو بخوبی دیکھا جا سکتا ہے۔ فقراء کی مدد کا ان کا انداز ایسا ہوتا تھا کہ مساکین کی عزتِ نفس محفوظ رہے اور ان کی پیشانی شرمندگی اور ناداری کے پسینے سے تر نہ ہو۔

حضرت امام رضاؑ فرماتے ہیں:

جس نے فقیروں کے سلام کا جواب امیروں کے سلام کے جواب کی طرح نہ دیا اور اسے حقیر جانا تو وہ قیامت کے دن خدا سے اس حال میں ملے گا کہ وہ اس سے ناراض ہو گا[3]۔

۱- نہج البلاغہ، خطبہ ۲۰۹

۲- اصول کافی (ج۱) ص ۴۱۰

۳- ابن بابویہ، محمد بن علی، امالی، ص ۴۴۳

اور یہ بھی فرماتے ہیں:

جو کسی مؤمن مرد یا عورت کو اس کی غربت کی وجہ سے حقیر سمجھے گا، قیامت کے دن خدا اسے لوگوں کے درمیان رسوا اور شرمندہ کرے گا[۱]۔

امام رضاؑ اس بات کی تاکید کرتے ہیں کہ معاشرہ کے دوسرے لوگوں کی طرح فقرا کا بھی احترام کیا جائے۔

اسلامی معاشرے میں مواسات اور بھائی چارے کی ثقافت کو فروغ دینا: مواسات کا مطلب زندگی کے مسائل میں شریک ہونا ہے۔ آسیتہ بنفسی یعنی میں نے اسے اپنے برابر اور ایک جانا[۲]۔ دینی پیشواؤں کے اقوال و افعال سے معلوم ہوتا ہے کہ مواسات اسلامی معاشرے میں ایک عام فریضہ ہے۔

ان بزرگواروں سے اس اخلاقی خوبی کی پابندی کے لئے جو جملے نقل ہوئے ہیں، وہ ایک کلی قاعدے کے طور پر بیان ہوئے ہیں۔ انھوں نے اپنے شیعوں کو پہچاننے کے لیے تین نشانیاں لوگوں کو بتائی ہیں:

اول: نماز کے اوقات کی پابندی اور انھیں اول وقت میں ادا کرنا

دوم: ائمہ کے رازوں کو دشمنوں سے محفوظ رکھنا

سوم: مؤمن بھائیوں کے ساتھ مالی مواسات[۳]

امام رضاؑ کے دور میں عباسیوں کی جابرانہ حکومت لوگوں پر مسلط تھی جس نے دہائیوں تک لوگوں کا استحصال کیا تھا۔ امام رضاؑ اپنی ہمدردیوں اور ہدایات کے ذریعے معاشرے کے محروم افراد کے درد کو کم کرنے کی کوشش کرتے تھے اور دوسروں کو بھی ان کی مدد کرنے کی دعوت دیتے تھے۔ آپؑ نے اسماعیل نامی ایک شخص سے فرمایا:

اے اسماعیل! کیا تم نے اپنے جاننے والوں میں دیکھا ہے کہ اگر کسی کے پاس کپڑے نہ ہوں اور

۱۔ بحار الانوار الجامعۃ لدرر اخبار الائمۃ الاطہار علیہم السلام (ج ۲) ۳۲۷

۲۔ معلوف، لوئیس، المنجد فی اللغۃ والعربیۃ، ذیل لفظ آسی

۳۔ بحار الانوار الجامعۃ لدرر اخبار الائمۃ الاطہار علیہم السلام (ج ۷۱) ص ۳۹۱

دوسرے کے پاس اضافی ہوں تو وہ اسے عطا کر دے؟

میں نے کہا: نہیں۔

آپؑ نے فرمایا: کیا ایسا ہوتا ہے کہ اگر کسی کے پاس لباس ہو تو وہ دوسرے کو بھی دے تاکہ وہ بھی صاحب لباس ہو جائے؟

میں نے جواب دیا: نہیں۔

اس وقت امام علیہ السلام نے (انتہائی افسوس کے اظہار کے طور پر) اپنے گھٹنے پر ہاتھ مارا اور فرمایا: یہ ایک دوسرے کے بھائی نہیں ہیں۔[1]

عبداللہ بن صلت کہتے ہیں کہ بلخ کے رہنے والے ایک شخص نے کہا: میں خراسان کے سفر میں امام رضاؑ کے ساتھ تھا۔ ایک دن دستر خوان بچھایا گیا اور سیاہ فام غلاموں اور دوسرے لوگوں کو اس دستر خوان پر بلایا گیا (اور سب نے امامؑ کے ساتھ کھانا کھایا) میں نے کہا: کاش ان کے لیے علیحدہ دستر خوان ہوتے۔

امامؑ نے فرمایا:

> خاموش رہو۔ سب کا خدا ایک ہے، ماں ایک ہے، باپ ایک ہے اور ہر کسی کا اجر اس کے عمل پر منحصر ہے۔[2]

معمر بن خلاد کہتے ہیں: امام رضاؑ کے سامنے جب کھانا پیش کیا جاتا تو ہر کھانے میں سے کچھ مقدار نکال کر ایک ظرف میں رکھتے، پھر اس ظرف کو فقیروں کے لئے بھیجتے تھے[3]۔ امامؑ وہ کھانا نہیں کھا سکتا جس میں سے محروموں نے نہ کھایا ہو اور یہ ائمہ معصومین علیہم السلام کی اصولی تعلیمات پر مبنی ہے کہ انسانوں کی قدر و قیمت یکساں ہے۔

۱- ورام بن ابی فراس، مسعود بن عیسی، مجموعہ ورام، آداب واخلاق در اسلام (ج ۲) ص ۸۵

۲- اصول کافی (ج ۸) ص ۲۳۰

۳- ایضاً (ج ۸) ص ۲۳۱

امام رضاؑ فرماتے ہیں:

کمزوروں کی مدد کرنا تاکہ وہ ضعف اور سستی کی حالت سے نکل کر طاقتور بن جائیں، صدقہ سے افضل ہے۔[۱]

سخاوت کی روایت کو فروغ دینا: جود و سخاوت ،ان اخلاقی اصولوں میں سے ہے جو تمام ائمہ کی زندگی میں کثرت سے نظر آتے ہیں۔ سخاوت بخل کے مقابلے میں ہے۔ یعنی انسان اپنے پاس موجود مادی اور معنوی وسائل سے صرف خود ہی فائدہ نہ اٹھائے بلکہ دوسروں کو دے کر ان کی کچھ مشکلات حل کرے اور دوسروں کو ان نعمتوں سے بہرہ مند کرے جو خدا نے اسے عطا کی ہیں، خواہ وہ مادی نعمتیں ہوں یا معنوی نعمتیں جیسے علم۔[۲]

امام رضاؑ کا یہ ارشاد سخاوت کے مفہوم کی جامع ترین تعریف پیش کرتا ہے:

سخی انسان دوسروں کا کھانا کھاتا ہے تاکہ دوسرے اس کا کھانا کھائیں، لیکن بخیل انسان دوسروں کا کھانا نہیں کھاتا تاکہ لوگ اس کا کھانا نہ کھائیں اور وہ گمان کرتا ہے کہ اس طرح اس کا مال زیادہ ہو جائے گا[۳]۔

ایک شخص نے حضرت علی بن موسیٰ الرضاؑ سے کہا: اپنی غیرت کے مطابق مجھے عطا و بخشش فرمائیں۔

آپؑ نے فرمایا: یہ میرے لیے ممکن نہیں ہے۔

اس نے کہا: تو پھر میری مروت کے مطابق عطا فرمائیں۔

حضرتؑ نے فرمایا: یہ ممکن ہے۔ اس کے بعد آپؑ نے اپنے غلام کو حکم دیا کہ اسے ۲۰۰ اشرفیاں دے دی جائیں۔[۴]

۱- ابن شعبہ حرانی، ابو محمد حسن بن علی، تحف العقول، ص ۴۴۶

۲- اشتہاردی، محمد مہدی، اصول اخلاقی امامان، ص ۵۳

۳- بحار الانوار الجامعۃ لدرر اخبار الائمۃ الاطہار علیہم السلام (ج ۴۹) ص ۶۶

۴- ایضاً، ج ۴۹، ص ۱۰۰

امام رضاؑ کی سخاوت صرف ضرورت مندوں تک محدود نہ تھی بلکہ اس میں شعرا اور آپؑ کے دوست بھی شامل تھے۔ آپؑ کی تواضع کا یہ عالم تھا کہ جب بھی آپؑ کے لیے کھانا لایا جاتا تو آپؑ اپنے غلاموں، خادموں بلکہ دربانوں اور محافظوں تک کو دستر خوان پر بٹھاتے اور ان کے ساتھ مل کر تناول فرماتے تھے۔

نیز نقل کیا گیا ہے کہ جب آپؑ تنہا ہوتے تو اپنے تمام خادموں اور غلاموں کو، چھوٹے بڑے سب کو جمع کرتے اور ان سے باتیں کرتے اور ان سے مانوس ہوتے، اس حد تک کہ آپؑ کے غلاموں کو اپنے آقا اور مولا سے کوئی خوف نہیں ہوتا تھا[1]۔

کام کی ثقافت کو فروغ دینا: اسلام کی نظر میں یہ بات طے ہے کہ خاندان کا سربراہ مرد ہوتا ہے، اور وہی زندگی کے اہم معاملات کی ذمہ داری اٹھاتا ہے اور زندگی کے اخراجات برداشت کرنے کے لئے کام کرنے کی ضرورت پڑتی ہے۔ اس بنا پر اسلام کے پیشواؤں نے ہمیں نصیحت کی ہے کہ جہاں تک ہو سکے اپنے بازوؤں پر تکیہ کیے بغیر روزی کمانے سے پرہیز کریں۔ امام رضاؑ نے اس مضمون کی ایک حدیث پیغمبر اکرمؐ سے روایت کی ہے کہ: ایک شخص آپؐ کی خدمت میں کچھ مانگنے آیا تو آپؐ نے فرمایا:

> جو ہم سے کچھ مانگے ہم اسے دیتے ہیں لیکن اگر وہ بے نیازی اختیار کرے اور اظہار نہ کرے تو اللہ تعالی اسے بے نیاز کر دے گا۔

وہ شخص تین بار اسی مقصد کے لیے آیا اور ہر بار پیغمبرؐ سے یہی بات سنی۔ اگلے دن وہ گیا اور ایک کلہاڑی ادھار لی اور پہاڑ پر جا کر لکڑیوں کا ایک گٹھا جمع کیا اور بازار میں لے جا کر آدھا کلو کھجور کے بدلے بیچا اور اپنے اہل و عیال کے ساتھ اسے کھایا۔ وہ ہر روز یہی کام کرتا رہا یہاں تک کہ وہ آمدنی حاصل کرنے کے قابل ہو گیا اور اس سے اپنے لیے ایک کلہاڑی، کچھ سامان اور ایک غلام خریدا۔ اس کے بعد جب وہ پیغمبرؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور حالات بتائے تو آپؐ نے فرمایا:

۱۔ بحار الانوار الجامعۃ لدرر اخبار الائمۃ الاطہار علیہم السلام (ج ۴۹) ص ۱۰۰

کیا میں نے نہیں کہا تھا کہ جو ہم سے کچھ مانگے ہم اسے دیتے ہیں لیکن اگر وہ بے نیازی اختیار کرے تو اللہ تعالی اسے بے نیاز کر دے گا۔[۱]

طرز زندگی کی اصلاح: عباسی کہتے ہیں کہ میں نے امام رضاؑ سے زندگی کے اخراجات کے بارے میں ہدایت چاہی۔ آپؑ نے فرمایا:

دو ناپسندیدہ چیزوں کے درمیان اعتدال اختیار کرو۔

میں نے کہا: مولا میں سمجھا نہیں۔

آپؑ نے فرمایا:

کیا تم نہیں جانتے کہ خداوند عزوجل اسراف کو ناپسند کرتا ہے اور اسی طرح تنگی کو بھی۔ قرآن[۲] میں ارشاد ہوتا ہے: وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا۔ ترجمہ: وہ لوگ جب خرچ کرتے ہیں تو نہ اسراف کرتے ہیں اور نہ تنگی کرتے ہیں اور ان دونوں کے درمیان اعتدال کا طریقہ اختیار کرتے ہیں۔[۳]

البتہ اسراف اور تنگی کو سمجھنا بہت ضروری ہے۔ اسراف کیا ہے اور کہاں اور کن چیزوں میں ہوتا ہے، یہ ان ابتدائی مسائل میں سے ہے جن پر توجہ دینی چاہیے لیکن چونکہ یہ تحریر اختصار اور اشارے پر مبنی ہے اس لیے صرف اس امام ہمامؑ کی ایک ہدایت پر اکتفا کی جاتی ہے جس میں آپؑ فرماتے ہیں:

جو چیز انسان کے جسم کو فائدہ پہنچائے وہ اسراف نہیں ہے۔ اسراف ان چیزوں میں ہوتا ہے جہاں مال ضائع ہو اور جسم کو نقصان پہنچے۔[۴]

۱- صحیفۃ الامام الرضا، ص ۳۶۵

۲- سورہ فرقان، آیت ۶۷

۳- بحار الانوار الجامعۃ لدرر اخبار الائمۃ الاطہار علیہم السلام (ج ۶۸) ص ۳۴۷

۴- ایضاً، ج ۷۳، ص ۸۱

قناعت کی ترغیب: اس حکمت عملی کی طرف رجوع در حقیقت درمیانی راہ تلاش کرنا ہے۔ قناعت کے طریقے سے فائدہ اٹھانا جہاں خاندان اور معاشرے کو غربت کے دلدل میں گرنے سے بچاتا ہے وہیں صلاحیتوں کو پروان چڑھانے اور نئی اختراعات کا ایک موثر ذریعہ ہے۔

تعلیم میں نفسیاتی نکات پر توجہ دینا ایک قابل توجہ موضوع ہے جس کی طرف ائمہ معصومین علیہم السلام نے مسائل بیان کرتے وقت سنجیدگی سے توجہ دی ہے۔ زندگی کے اخراجات میں قناعت کے اصولوں کی رعایت کے سلسلے میں جب امامؑ بات کرتے ہیں تو پیغمبر اکرمؐ کو ایک مثالی کردار بتاتے ہیں تاکہ نمونہ بننے کے پہلو کے علاوہ، روحانی طور پر بھی سیکھنے والے کے لئے اس کا سمجھنا دشوار نہ ہو۔

درج ذیل روایت کے ایک حصے میں امام رضاؑ کا اشارہ اسی بات کی طرف ہے:

> اگر تمہارا دل قناعت کے کسی طریقے کی طرف مائل ہو تو پیغمبر اکرمؐ کے طرزِ معاشرت اور زندگی گزارنے کے طور طریقہ پر توجہ کرو کہ آپؐ کی خوراک جو کی روٹی، آپؐ کی شیرینی کھجور، آپؐ کے چولہے کی لکڑی کھجور کے پتے اور چھلکے تھے، وہ بھی اگر میسر ہوتے[۱]۔

انفاق کی ترغیب: معمر بن خلاد کہتے ہیں: جب حضرت رضاؑ کھانا کھانا چاہتے تو ایک بڑا پیالہ دستر خوان کے کنارے رکھتے اور بہترین کھانوں میں سے ہر ایک کی تھوڑی مقدار اس پیالے میں ڈالتے اور فرماتے: اسے مساکین کو دے دو۔ پھر اس آیہ مبارکہ کی تلاوت فرماتے:

فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ۔[۲] مگر یہ گھاٹی پر سے ہو کر نہ گذرا۔

اور پھر فرماتے: چوں کہ خداوند عالم جانتا تھا کہ ہر انسان کے لیے غلام آزاد کرنا ممکن نہیں ہے اس لئے اس نے کھانا کھلانے کو جنت تک پہنچنے کا راستہ قرار دیا ہے۔[۳]

۱- الفقہ المنسوب الی الامام الرضا علیہ السلام، ص ۳۶۶

۲- سورہ بلد، آیت ۱۱

۳- قمی، شیخ عباس، منتہی الآمال (ج ۲) ص ۴۶۳

نتیجہ

اسلامی معاشرے میں غربت اور محرومیت کے خاتمے کا سب سے اہم طریقہ اس میدان میں عوام کی شراکت ہے لہٰذا ضروری ہے کہ معاشرے کی عمومی ثقافت کو محروموں کے بارے میں درست کیا جائے اور فقراء کی مدد کی جائے۔ اس مقصد کے لیے سب سے بہترین راہ معصومینؑ خصوصاً امام رضاؑ کی نصیحتوں پر عمل کرنا ہے۔

جو لوگ اہلِ بیت علیہم السلام سے محبت کرتے ہیں، وہ ان بزرگواروں کی عملی سیرت سے آگاہ ہو کر ان کی پیروی کرتے ہیں اور محروموں کی مدد کی اہمیت سیکھتے ہیں۔ نتیجتاً وہ قرض، انفاق، صدقہ اور اس جیسے دیگر ذرائع کے ذریعے اسلامی معاشرے سے غربت اور محرومیت کے خاتمے کے لیے بڑا قدم اٹھاتے ہیں۔

منابع و مآخذ

قرآن کریم

نہج البلاغہ، اردو ترجمہ وشرح: علامہ مفتی جعفر حسین، عباس بک ایجنسی، لکھنو، ۲۰۰۴م

❖ ابن بابویہ، محمد بن علی، عیون اخبار الرضا، ترجمہ: محمد تقی آقا نجفی اصفہانی، انتشارات علمیہ اسلامیہ، تہران، ۱۳۷۸ھ

❖ ابن بابویہ، محمد بن علی، الامالی (للصدوق)، ترجمہ: محمد باقر کمرہ ای، انتشارات کتابچی، تہران، ۱۳۷۶ش

❖ ابن شعبہ حرانی، ابو محمد حسن بن علی، تحف العقول، تصحیح و ترجمہ: علی اکبر غفاری، انتشارات جامعہ مدرسین، قم، ۱۳۶۳ش

❖ اشتہاردی، محمد مہدی، اصول اخلاقی امامان، دفتر تبلیغات اسلامی، قم، ۱۳۸۰ش

❖ حکیمی، محمد رضا، الحیاۃ، ترجمہ: احمد آرام، دفتر نشر فرہنگ اسلامی، تہران، ۱۳۸۰ش

❖ خمینی، روح اللہ، تحریر الوسیلہ، انتشارات اسماعیلیان، قم، ۱۳۸۲ش

❖ شریفی، احمد حسین و ہمکاران، ہمیشہ بہار: اخلاق و سبک زندگی اسلامی، نہاد نمایندگی مقام معظم رہبری در دانشگاہ ہا، دفتر نشر معارف، قم، ۱۳۹۱ش
❖ صحیفہ امام رضاؑ، منسوب بہ امام رضا علی بن موسیٰؑ، ترجمہ: علاء الدین حجازی، کنگرہ جہانی امام رضا، مشہد، ۱۴۰۷ھ
❖ طبرسی، حسن بن فضل، مکارم الاخلاق، انتشارات شریف رضی، قم، ۱۳۷۰ش
❖ فقہ الرضا علیہ السلام، منسوب بہ امام رضا، مؤسسہ آل البیت علیہم السلام، مشہد، ۱۴۰۶ھ
❖ قمی، شیخ عباس، منتہی الآمال، انتشارات ہجرت، قم، ۱۳۷۴ش
❖ کلینی، محمد بن یعقوب، اصول کافی، مترجم: سید جواد مصطفوی، دار الکتب الاسلامیہ، تہران، ۱۳۸۱ھ
❖ مجلسی، محمد باقر، بحار الانوار الجامعۃ لدرر اخبار الائمۃ الاطہار علیہم السلام، مؤسسۃ الوفاء، بیروت، ۱۴۰۳ھ
❖ معلوف، لوئیس، المنجد فی اللغۃ والعربیۃ، ترجمہ: احمد سیاح، انتشارات اسلام، تہران، ۱۳۸۵ش
❖ ورام بن ابی فراس، مسعود بن عیسی، مجموعہ ورام، آداب و اخلاق در اسلام، ترجمہ: محمد رضا عطایی، مشہد، بنیاد پژوہش ہای اسلامی آستان قدس رضوی، مشہد، ۱۳۶۹ش